Tauseeq, Volume. 1, Issue. 2
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: : https://doi.org/10.37605/tauseeq.v1i2.10

Received: 24-08-2020
Accepted: 14-10-2020
Published: 31-12-2020

اقبال کی فارسی غزل میں دعائیہ تصور

(Concept of Dua in Iqbal's Persian Ghazal)

طیب نواز*
ڈاکٹر ناہید رحمٰن*

Abstract:

Among modern Muslim Thinkers, Perhaps, Iqbal is the most distinctive one Iqbal's Purpose was absolutely different from that of Poets i. general he did not compose verses for the sake of fun. He did not create are for arts's sake. He was the man of faith and vision, and a great philosophical poet of contemporary age. He had realized the Quranic concepts strongly. He explained these concepts in his Urdu, Persian poetry in a unique Style. The importance of Dua/ prayer in the poetry of Iqbal and the right way to follow the Islamic beliefs have been told in these pages.

Keywords: Poetry, art for art sake, absolutely, purpose, concepts, style.

علامہ اقبال دنیائے عجم میں خصوصاً بالاتفاق ایسے قادر الکلام شاعر تسلیم کیے گئے ہیں جن کی شاعری ان کے عمیق مطالعہ قرآن اور فہم دین اسلام کا بے ساختہ اظہار ہے۔ اس کی نظر میں اللہ تعالیٰ بڑی کریم ورحیم ہستی ہے جس سے ہر طرح مانگا جا سکتا ہے، وہ پاکستان کے قومی شاعر ہی نہیں، ایک عالمی مدبّر اور مفکّر کی حیثیت سے بھی ہر دل عزیز شخصیت کے طور پر مانے جاتے ہیں۔ برصغیر کے مسلمانوں کی ناؤ جب بیچ منجدھار کے ہچکولے کھا رہی تھی تو علامہ اقبالؒ ہی تھے جنھوں نے مسلمانوں کی رہنمائی کی۔ ان کا دل مسلمانوں کی غلامی کو دیکھ کر بے چین تھا۔ اس وقت کی سیاسی، سماجی، تہذیبی حالات سے وہ مضطرب تھے اور ان اضطراب میں انہوں نے خدا کے حضور دعائیں مانگی ہیں۔

فارسی زبان اپنے وسیع ذخیرہ الفاظ سے بڑی اہمیت کی حامل زبان رہی ہے۔ اُردو ادب سے شغف رہنے والی بیشتر شخصیات نے فارسی زبان کو بڑی

---

* پی ایچ ڈی سکالر، جامعہ قرطبہ، پشاور
* اسسٹنٹ پروفیسر، جامعہ قرطبہ پشاور

اہمیت دی۔ ان میں علامہ اقبال بھی شامل ہیں۔ فارسی زبان وسط ایشیاء، افغانستان اور ایران میں بولی جاتی ہے۔ یہ طویل ادبی تاریخ رکھتی ہے۔ کسی زمانے میں یہ سرکاری اور دفتری زبان تھی۔ اکثر اسلاف کی احوال وآثار میں پڑھتے ہیں کہ ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر حاصل کی۔ فارسی و عربی کے علوم نانا، دادا وغیرہ سے پڑھے ہیں۔ فارسی زبان کا لہجہ صوتی لحاظ سے بہت شیرین ہے۔ علامہ کی فارسی زبان سے شغف کی ایک وجہ اس زبان کی شیرینی ہے۔ خود کہتے ہیں:

"گرچہ ہندی در عذوبت شکر است
طرزِ گفتارِ دری شیریں تر است
فکر من از جلوہ اش مسحور گشت
خامہ من شاخِ نخلِ طور گشت"(1)

(ترجمہ)"اگرچہ ہندوستانی زبان شیرین ہونے میں شکر کی مثل ہے، لیکن فارسی زبان کا اندازِ بیاں اس سے زیادہ مٹھاس رکھتا ہے۔ فارسی زبان کے ان جلوؤں نے میرے افکار پر جادو کر دیا ہے۔ پس میرا قلم نخلِ طور (جس کے ذریعے سیدنا موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا تھا) کی شاخ کی مانند ہے۔"

برصغیر پاک وہند میں اگرچہ جنگ آزادی کے بعد اس کی سرکاری حیثیت ختم ہوگئی لیکن عملی طور پر فارسی کو زوال نہ آیا۔ سکول کے نصاب میں اس کو پڑھایا جاتا تھا۔ فارسی کے نامور علماء وفضلاء برصغیر میں موجود تھے۔ اقبال نے بچپن میں میر حسن سے فارسی پڑھی۔ ان سے بہت استفادہ کیا۔ اپنی فارسی تصنیف "رموزِ بے خودی" کے دیباچے میں میر حسن کا شکریہ ادا کیا ہے کہ ان کی وجہ سے اشعار وزبان میں بڑی مدد ملی۔ اقبال کو فارسی سے جو شغف تھا ان کے ہم عصر شعراء میں اس کی مثالیں مفقود ہیں۔ انہوں نے فارسی کے بڑے بڑے شعراء کو پڑھا تھا۔ مولانا جلال الدین رومیؒ سے انہیں بے انتہا عشق تھا۔ اس کو اپنا پیر بنالیا تھا اور ان کی پیروی میں حکیم سنائی وعطار سے بھی واقف تھے۔ اپنے کلام میں رومیؒ کا ذکر بڑی شدومد سے کرتے ہیں اور اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔

مولانا رومؒ ایک صوفی شاعر تھے۔ ان کی مثنوی کو شعراء نے "ہست قرآن در زبانِ پہلوی" کہا ہے۔ ان کے افکار سے اقبال متاثر نظر آتے ہیں۔ انہوں نے جو پیغام دیا ہے۔ اقوام کی سربلندی اس میں نظر آتی ہے۔ اپنے ایک خطبے میں فرماتے ہیں:

"آج دنیا کو کسی رومیؒ کی ضرورت ہے جو امید کی شمع جلائے اور زندگی کے لئے آتش شوق فروزاں کرے۔"(2)

اقبال رومیؒ کو اپنے فلسفے کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں۔ اس کو پیر حق سرشت، مرشد رومیؒ اور پیر روم جیسے القابات سے یاد کرتے ہیں۔ ان کو حکمت و دانائی کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں۔ ان کی مفکرانہ عظمت کا گہرا نقش اقبال کے ذہن پر چھایا ہوا ہے۔ روحانی اور اخلاقی بلندی کے لئے علامہ نے اس کو تحسین وعقیدت کی نظروں سے دیکھا ہے۔ رومی اور اقبال کے زمانے میں سات سو سال کا فرق ہے۔ دونوں ملت اسلامیہ کے زوال وکمزوری پر نوحہ خواں ہیں۔ اس کے علاوہ اقبال نے اپنے کلام میں شیخ سعدیؒ، امیر خسرو، عرفی، خاقانی، صائب تبریزی، ملا عرشی، رضی وغیرہ فارسی شعراء کا ذکر کیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبطال نے ان تمام فارسی شعرا کا تفصیلی مطالعہ کیا ہے۔ انہوں نے حافظ شیرازیؒ کے اسلوب سے فائدہ اٹھا کر

اشعار بھی لکھے ہیں۔ خاقانی کی ترنم وموسیقیت سے اقبال کو عشق تھا۔ علامہ کی اُردو شاعری پر بھی فارسیت کا اثر زیادہ ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے فارسی زبان سے واقفیت اور دلچسپی ضروری ہے۔ ان کی روح تک پہنچنا فارسی کو سمجھنے کے بغیر ناممکن ہے۔ اقبال فہمی میں کافی مددگار ثابت ہوتی ہے۔

یہ تو سب کے علم میں ہے کہ علامہ اقبال کی شاعری کا اصل سرمایہ فارسی زبان میں ہے۔ ان کی فارسی شاعری میں جدت وانفرادیت ہے۔ عشق وفکر کی دولت کو جس انداز میں انہوں نے فارسی زبان میں بیان کیا ہے، اردو میں وہ ممکن ہی نہیں تھا۔ فارسی اقبالؒ کی نہ مادری زبان تھی، نہ ماحول فارسی کا تھا۔ باوجود اس کے اقبال نے کمال چابک دستی سے اس کو اپنے خیالات کا ذریعہ بنایا، یہ ان کی کمال ہے۔ تلمیحی واقعات کو جس انداز میں علامہ نے فارسی کلام میں استعمال کیا ہے۔ کسی اور نے ایسا کلام نہیں دکھایا۔ عشق نبی ﷺ کو فارسی زبان میں بھی اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے کیونکہ یہ عشق اس کے ذہن پر ہر وقت سوار رہتا تھا۔ محمد ﷺ کے ساتھ عشق کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"طور موجے از غبارِ خانہ اش
کعبہ رابیت الحرم کاشانہ اش
کمتر از آنے زاوقاتش ابد
کاسبِ افزائش از زاتش ابد
بوریا ممنونِ خواب راحتش
تاجِ کسریٰ زیرِ پائے امتش
در شبستان حرا خلوت گزید
قوم وآئین وحکومت آفرید
ماند شبہا چشم او محرومِ نوم
تا بہ تختِ خسروی خوابید قوم
وقت ہیجا تیغ او آہن گداز
دیدہ او اشکبار اندر نماز"(3)

ترجمہ: "کوہ طور آپ ﷺ کے گھر غبار کی ایک موج ہے۔ کعبہ کے لئے آپ کا حجرہ بیت الحرم کا درجہ رکھتا ہے۔"ابد" آپ ﷺ کے اوقات کے لئے ایک لمحے سے بھی کم ہے۔ اصل میں "ابد" نے آپ ﷺ کی ذات سے یہ (ابدیت کا) درجہ حاصل کیا ہے۔

آپ ﷺ اپنی نیند کے لئے بوریا پر احسان فرماتے (چٹائی پر سویا کرتے) تھے۔ کسریٰ (ایران کا بادشاہ) کا تاج تو آپ کی امت کے قدموں تلے ہے۔ آپ ﷺ غار حرا میں خلوت گزین رہے۔ آپ نے نئی قوم، نئے آئین، اور نئے انداز حکومت پیدا کئے۔

آپ ﷺ نے کئی راتیں جاگ کر گزاریں حتیٰ کہ آپ کی امت نے (آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرکے) خسرو پرویز کے تخت پر آرام کیا۔ بوقت جنگ آپ ﷺ کی تلوار لوہے (دشمن کی تلواروں اور زروں) کو کاٹ ڈالتی۔ نماز میں حضور ﷺ کی حالت (خوف الٰہی کے سبب) ایسی ہو جاتی ہے کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔"

بہت ہی خوبصورتی سے تلمیحی انداز میں اقبال نے عشق محمد ﷺ کی واردات سے شاعرانہ تمثالیں ترکیب دی ہیں۔

اقبال نئی نسل میں اسلاف کے کارناموں کو اجاگر کرنے کے خواہش مند ہیں۔ وہ مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ اور ان کے روشن مستقبل کے نقیب تھے۔ انہوں نے اپنے پیغام کے لئے فارسی کو تراظہار کا ذریعہ بنایا۔ جو یہاں برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی زندہ نشان رہی تھی۔ اقبال کی فارسی زبان میں شاعری سے فارسی زبان وادب کو بھی ایک نئی زندگی ملی۔ اس نے اپنے توانا اسلوب سے فارسی شاعری کا منظر نامہ تبدیل کر دیا۔ بطور شاعر وہ فارسی ممالک میں مشہور ہوئے۔ اس زبان میں ان کی ریاضت قابل تعریف ہے۔ انہوں نے اس زبان کے اسلاف سے فیض حاصل کیا۔ اقبال نے فردوسی کی نکتہ سنجی، مسعود سعد مسلمان کی جرات مندی، پیر رومؒ کے فیض، عطار کے عشق رسول ﷺ، کے خواہش مند و آرزو مند ہیں۔ ان کا اعتراف بھی اقبال نے جگہ جگہ کیا ہے۔ کہتے ہیں:

ے "پیر رومیؒ مرشد روشن ضمیر
کاروان عشق و مستی را امیر"(4)

اقبال کی شاعری حکیمانہ اور فلسفیانہ ہوتے ہوئے بھی سادہ اور سہل پسندی کا عمدہ نمونہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی فکر کو جذبات کے سانچے میں ڈال کر پیش کیا ہے۔ جذبات واحساسات کو پیش کرنے کے لئے اقبالؔ نے فارسی اساتذہ شعراء سے فیض کیا ہے۔ اپنی فارسی شاعری کے ذریعے اقبال نے ملت اسلامیہ کو ایسی قوت واستقامت بخشی ہے کہ اسی وجہ سے ان کی شاعری کا وقار بڑھ گیا ہے۔ گول میز کانفرنس کے دوران علامہ لندن میں تھے۔ اقبال لٹریری ایسوسی ایشن نے آپ کے استقبال میں ایک تقریب منعقد کی۔ مختلف مندوبین اس میں شریک ہوئے۔ ڈاکٹر نکلسن جو کیمبرج یونیورسٹی میں عربی، فارسی زبانوں کے استاد تھے نے علامہ کی شاعری پر تبصرہ کیا۔ علامہ نے خود اپنے خیالات بیان کئے۔ غلام رسول مہر نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

"مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آج میں یہ راز بھی بتادوں کہ میں نے کیوں فارسی زبان میں شعر کہنے شروع کئے۔ بعض اصحاب خیال کرتے رہے ہیں کہ فارسی زبان میں نے اس لیے اختیار کی کہ میرے خیالات زیادہ وسیع خلقے میں پہنچ جائے۔ حالانکہ میرا مقصد اس کے بالکل برعکس تھا۔ میں نے اپنی مثنوی، "اسرار خودی"، ابتداً صرف ہندوستان کے لیے لکھی تھی اور ہندوستان میں فارسی سمجھنے والے بہت کم تھے۔ میرا غرض تھی کہ جو خیالات میں باہر پہنچانا چاہتا ہوں وہ کم از کم خلقے تک پہنچے۔ اس وقت تک مجھے یہ خیال بھی نہ تھا کہ یہ مثنوی ہندوستان کی سرحدوں سے باہر جائے گی یا سمندر چیر کر یورپ جائے گی۔ بلاشبہ یہ صحیح ہے کہ اس کے بعد فارسی نے مجھے اپنی طرف کھینچ لیا اور میں اس زبان میں شعر کہتا رہا۔"(5)

اقبال کے فارسی شاعری کے موضوعات وہی ہیں جو اردو شاعری کے ہیں۔ اس نے مروجہ ایرانی علامت کی تطہیر کی ہے۔ ایران بوالہوسی کے ساتھ ساتھ حسن پرست رہا ہے۔ اقبال نے اس کی زنگ خوردہ روح کو تفکر سے بدل دیا۔ خود کہتے ہیں:

ے　"غزل سرائے ونواہاے رفتہ باز آور
بایں فسردہ دلاں حرف دِل نواز آور
کنشت وکعبہ وبت خانہ وکلیسارا
ہزار فتنہ ازاں چشم نیم باز آور
زبادہ کہ بخاکِ من آتشے آمیخت
پیالہ بجوانانِ نو نیاز آور
نے کہ دل زنوائش بسینہ می رقصد
مئے کہ شیشہ جاں را دہد گداز، آور
بہ نیستانِ عجم باد صبحدم تیز است
شرارہ کہ فرومی چکد زساز آور"(6)

(ترجمہ)"(اے اللہ) غزل سرائی اور اس کا اسلوب جو کبھی تھا پھر سے لا۔ افسردہ دلوں کے لئے دل کو نوازنے والا کلام پھر سے لا۔ مندر میں، کعبہ میں، بت خانہ میں اور کلیسا میں، مستی کے سبب پورے طور پر نہ کھلنے والی آنکھ سے ہزاروں فتنے پیدا کر۔ میری مٹی میں آگ (عشق الٰہی) پیدا کرنے والی شراب سے صرف ایک پیالہ نئے نیاز مند نوجوانوں (مسلمانوں کی نئی نسل) کو پلا (تاکہ وہ حقیقی عشق تک رسائی حاصل کر سکیں)۔ دلوں کو سینوں میں رقص کرنے پر مجبور کرنے والی بانسری کی نوا پھر سے لا۔ جان کا پیالہ پگھلانے والی مئے پھر سے لا۔ عجم کے جنگل میں صبح کی ہوا بڑی تیزی سے چل رہی ہے۔ نیسان کو جلانے کے لئے پھر سے ساز سے شرارہ پیدا کر۔"

مظاہر فطرت کی عکاسی کے حوالے سے اقبال ایک مستند حوالہ ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری مُں طیور، اشجار، آب رواں، کوہسار اور مختلف قسم کے پھولوں کا ذکر کئی بار کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کا تخیل قدرت کے نظاروں میں جذب ہو گیا ہے۔ ان کے اشعار دل سے نکلی ہوئی صدائیں ہیں۔ اقبال کے فارسی کلام میں زبان کی لطافت اور نفاست بدرجہ اتم موجود ہے۔ ان کا تفکر اور تخیل دونوں قوی ہیں۔ اس کے وجدان تجلی کلیم اور زبان داؤدؑ دونوں سے بہرہ ور ہیں۔ ان کی شاعری اس شعر کا آئینہ دار ہے۔

ے　"نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست
سوے قطار می کشم ناقہ بے زمام را"(7)

"کہاں نغمہ اور کہاں میں؟ یہ شاعری کا ساز ایک بہانہ ہے۔ میں شاعری سے بے مہار اونٹنی (امت مسلمہ) کو قطار (دین اسلام کے اصولوں) کی طرف کھینچ رہا ہوں۔"

اقبال کی فارسی شاعری کئی جہتوں سے منفرد و ممتاز ہے۔ جامع فکر و فن میں کمال رکھتا ہے۔ فارسی شاعری میں دل سوزی و دل گدازی سے کام لیا ہے۔ وہ بالکل رومیؒ کے ہم پلہ نظر آتے ہیں۔ رومیؒ کے فلسفے میں اقبال کو سوز، عشق، یقین، قوت، حرارت، خودی کا مثبت احساس، عقل کے مقابلے میں عشق کی اہمیت نظر آتے ہیں۔ دونوں میں فکری ہم آہنگی نظر آتی ہے۔

اس فکری ہم آہنگی کی وجہ سے وہ رومیؒ کے گرویدہ بھی بنے ہیں۔ دونوں کے ہاں عشق سمندر اور وسیع المعنیٰ ہیں۔ عشق ایسی طاقت ہے جو کائنات کے ذرے ذرے میں جاری و ساری ہے۔ کہتے ہیں:

ے "عشق سلطان است و برھان مبین
ہر دو عالم عشق را زیر نگیں"(8)

"عشق سلطان اور واضح دلیل ہے۔ دونوں جہاں عشق کے غلام ہیں۔"

بقول مولانا رومؒ:

ے "داند آں کو نیک بخت و محرم است
زیرکی ابلیس و عشق از آدم است"(9)

ایک ہی موضوع پر یہ امتزاج دوسرے ادبوں کی طرح فارسی میں بھی ناپید ہے۔ اساتذہ کے فیض صحبت سے اقبال کو فارسی زبان میں جلا ملی تھی۔ شیخ عبدالقادر "بانگِ درا" کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

"فارسی میں شعر کہنے کی رغبت اقبال کی طبعیت میں کئی اسباب سے پیدا ہوئی ہو گی اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اپنی کتاب حالاتِ تصوف کے متعلق لکھنے کے لیے کتب بینی کی۔ اس کو کبھی ضرور اس تعیر مذاق میں دخل ہو گا۔ اس کے علاوہ جوں جوں ان کا مطالعہ علم فلسفہ کے متعلق گہرا ہوتا گیا اور دقیق خیالات کے اظہار کو جی چاہا تو انہوں نے دیکھا کہ فارسی کے مقابلے میں اردو کا سرمایہ بہت کم ہے اور فارسی میں کئی فقرے اور جملے سانچے میں ڈھلے ہوئے ایسے ملتے ہیں۔ جن کے مطابق اردو میں فقرے ڈھالنے آسان نہیں۔ اس لیے وہ فارسی کے طرف مائل ہو گئے۔۔۔۔باقی وقت وہ شاید فارسی اشعار کہتے رہے اور صبح اٹھتے ہی جو مجھ سے ملے تو دو تازہ غزلیں فارسی میں تیار تھیں جو انہوں نے زبانی مجھے سنائیں۔"(10)

الغرض ان ہی وجوہات کی بنا پر علامہ نے فارسی میں شاعری شروع کی۔ آغاز مثنوی جیسی مشکل صنف سخن سے کیا۔ اس سے اقبال کی شاعری کا نیا دور شروع ہوا۔ ان کا نظریہ ادب برائے ادب کی بجائے ادب برائے زندگی ہو گیا۔ کہتے ہیں:

ے "شاعری زیں مثنوی مقصود نیست
بت پرستی بت گری مقصود نیست"(11)

(ترجمہ)"مثنوی سے شاعری مقصود نہیں ہے۔بت پرستی اور بت سازی (اپنی تعریف و توصیف) مقصود نہیں ہے۔"

اقبال کا کلام فارسی اصناف سخن کے لحاظ سے غزل، قطعہ، مثنوی، رباعی اور نظم میں منقسم ہے۔فارسی شاعری میں لطافت، زور اور شاعرانہ رنگینی پائی جاتی ہے۔ان میں فکر کی گہرائیاں ہیں۔انہوں نے فارسی شاعری کے ذریعے عالم اسلام کے زیادہ حصے میں اسلامی وحدت، مساوات اور حریت وآزادی کے پیغام کو عام کیا۔کہتے ہیں:

؎ "فرصتِ کشمکش مدہ ایں دل بے قرار را
یک دو شکن زیادہ کن گیسوئے تابدار را
ذوقِ حضور در جہاں، رسم صنم گری نہاد
عشقِ فریب می دہد جانِ امیدوار را!"(12)

"اس دل بے قرار کو کشمکش کی فرصت مت دیجئے۔اپنے حمیدہ وروشن گیسوؤں میں ایک دو بل اور ڈالیئے۔حضوری کے ذوق نے جہاں بھر میں بت گری کی رسم ڈالی، عشق امیدوار جان ہمیشہ فریب دیتا ہے۔"

یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ فارسی زبان سے ہم بیگانہ ہوتے جارہے ہیں۔ آج تک ہم نے اوروں کو تو چھوڑے۔اپنے شاعر مشرق اور حکیم الامت کا کلام بھی نہیں پڑھا ہے۔ان کے افکار سے واقف ہی نہیں۔اس عظیم دولت سے ہم وقتاً فوقتاً دور ہوتے جارہے ہیں۔ہر نوع پر مضامین کے ساتھ ساتھ اقبال کی فارسی شاعری میں دعائیہ اشعار موجود ہیں۔ان میں حجازی لے والی بات کی گئی ہے اور عربی سوز دروں واضح طور پر جھلکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔جیسے:

؎ "تنم گلے ز خیابانِ جنتِ کشمیر
دل از حریم حجاز نوازِ شیراز است"(13)

ان کی دعائیہ اشعار جو فارسی میں انہوں نے اپنے فکر کو الفاظ کا جامہ پہنایا ہے، میں انفرادیت موجود ہے۔از سر نو ہمیں فکر کا عظیم پیغام دیتا ہے۔ان کے خیالات متنوع ہے۔کوئی شاعر علامہ کی ہمسری نہیں کرسکتا۔دو دو اشعار پر مشتمل قطعات اس بات کی دلیل ہیں اور اس سے علامہ کی وسعت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

اقبال کی فارسی غزلیں تغزل کا بے مثل نمونہ ہیں۔ان میں الفاظ کی مٹھاس کے ساتھ ساتھ سوز وگداز کا رنگ نمایاں ہے۔اس میں نیازمندی سمیت جذبہ اور ولولہ بھی پایا جاتا ہے۔ان کی فارسی غزلوں میں دعائیہ اشعار موجود ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مولوی سید میر حسن نے اقبال میں فارسی زبان کا صحیح مذاق پیدا کردیا تھا۔پروفیسر محمد منور، عابد علی عابد کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

"میر حسن جب اقبال کو گلستان، بوستان، سکندر نامہ، انوار سہیلی اور ظہوری کی تصانیف پڑھاتے تو رسمی انداز تدریس سے قطع نظر کر کے یہ کوشش کی کہ اقبال کے دل میں فارسی ادب کا احترام پیدا ہو جائے اور نتیجہ اس ذوق سلیم کی تربیت ہو جس کے بغیر مطالعہ بالکل بے کار اور بے ثمر ہوتا ہے۔"(14)

بانگِ درا کے دیباچے میں عبدالقادر اقبال کی داغ دہلوی سے خط وکتابت اور غزلوں کی اصلاح کی بات کرتے ہیں۔ غزل میں اقبال کا جب دیگر شعراء جیسے عراقیؒ، غالبؒ، بیدل، عرفی، امیر خسروؒ، نظیری نیشاپوری، اور خواجہ شیراز وغیرہ کے ساتھ تقابل کیا جائے تو یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ کبھی اقبال اونچے رہے اور کبھی دوسرے، لیکن اقبال کی غزلیں ان کی اپنی ملکیت تھیں۔

اقبال نے ایسے مضامین کو جو مزاج غزل نہیں ہیں جیسے شاہی وسلطانی سے نفرت، فقر، شکوہ، التجا بحضور رسالت مآب ﷺ، لذتِ جدائی، جہاں تازہ، سخت کوشی وغیرہ سے غزل بھی متاثر ہوئی۔ ایسے مضامین کو غزل میں سمونا اقبال کا کمال اور انفرادیت ہے۔ مثلاً:

ے "امیر قافلہ سخت کوش و پیہم کوش
که در قبیلہ ما حیدریؒ زکراری است"(15)

"تو قافلے کا امیر ہے، سخت محنت کر اور مسلسل کوشش کر، کیونکہ ہمارے قافلے میں حیدری (حضرت علی کی بہادری) کراری (کفر و باطل پر پے در پے حملے کرنے میں ہے۔"

ے "مقام بندگی دیگر، مقام عاشقی دیگر
ز نوری سجدہ می خواہی، ز خاکی بیش ازاں خواہی(16)

ے بجلال تو کہ در دل دگر آرزو ندارم
بجز ایں دعا کہ بخشی بکبوتراں عقابی!"(17)

"آپ کی جلال کی قسم! میں اپنے دل میں اس دعا کے سوا کوئی اور آرزو نہیں رکھتا کہ آپ کبوتروں کو عقاب جیسی خصوصیات بخش دیں۔"

ے "بشکوہ بے نیازی ز خدایگاں گزشتم
صفتِ مہ تمامے کہ گزشت بر ستارہ"(18)

"میں اپنی بے نیازی کی شان میں باطل خداؤں (نفسیاتی خواہشات) سے بے پرواہ ہو گیا جیسا کہ ماہ تمام ستاروں سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔"

فکری تناظر میں دیکھا جائے تو اقبال غزل میں کسی خاص سبق دینے کے پابند نظر نہیں آتے۔ وہ مسلمانوں کو خلوت نشینی سے اُسے باز رکھ کر انہیں عمل کی دعوت دیتے ہے۔ تازہ ولولوں سے نوازتا ہے۔ مغربیت سے انہیں دور رکھتاہے۔ بزدلی سے انہیں عار دلاتے ہے۔ دعا کرتے ہیں کہ اے خدا انہیں مجاہدوں کا ولولہ عطا فرمائے۔

اپنی اصل سرچشموں کی طرف ان کو لوٹ آنے کی دعوت دیتا ہے اور قوم کو جنون کا درس دیتے ہیں۔ جیسے:

ے "زبادہ کہ بخاک من آتشے آمیخت!
پیالہ بجوانانِ نو نیاز آور!"(19)

"میری مٹی میں آگ (عشق الٰہی) پیدا کرنے والی شراب سے صرف ایک پیالہ نئے نیاز مند نوجوانوں (مسلمانوں کی نئی نسل) کو پلا۔ (تاکہ وہ عشقِ حقیقی تک رسائی حاصل کر سکیں)۔"

ے "بہ نیستانِ عجم بادِ صبحدم تیز است
شرارہ کہ فرومی چکد ز ساز آور!"(20)

"عجم کے جنگل میں صبح کی ہوا بڑی تیزی سے چل رہی ہے۔ نیستاں کو جلانے کے لئے پھر سے ساز سے شرارہ پیدا کر۔"

ے "من بندہ قیدم شاید کہ گریزم باز
ایں طرہ پیچاں را در گردنم آویزی!"(21)

"میں وہ آزاد (روشن خیال) بندہ نہیں ہوں کہ شاید کبھی تجھ سے بغاوت کر دوں۔ (میری ایسی فطرت نہیں کہ تیرے سوا کسی اور کو معبود بنالوں) پھر بھی آپ اپنے اس بل کھاتے ہوئے گیسو (عشق) کو میری گردن میں لپیٹ دیجئے۔ (تاکہ میں آداب بندگی سے آشنا ہو سکوں)۔"

ے "قافلہ بہار را طائر پیش رس نگر!
آنکہ بخلوتِ قفس گفت پیام خویش!را"(22)

"بہار کے قافلے کی آمد میں خوشخبری دینے والے پرندسے (یعنی علامہ اقبال) کو دیکھ (وہ قبول پرندہ) پنجرے کی تنہائی کے بہار کی آمد کا پیغام سنا رہا ہے۔ (وہ خود محکوم ہے لیکن اشارے دے رہا ہے کہ بالآخر عالم اسلام کو آزاد ملک نصیب ہو گا جہاں وہ اکثر دین نافذ کریں گے)۔"

اقبال نے نوکھے اور منفرد مضامین کی پیشکش سے فارسی غزل کو جان بخشی ہے۔ ان کی غزل حساس دلوں کے لیے دوا ہے۔ پروفیسر منور، آر بری صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اقبال نے غزل کو ہیت و مواد کی روایتی پابندیوں سمیت قبول کر لیا۔ اس لئے کہ انہیں وہ ایسی ہی شکل میں ملی تھی۔ پھر وہ صحیح معنوں میں جوہر عبقریت کا پر تو ڈال کر اُسے ایک منزل آگے لے گئے۔ انہوں نے غزل کے سانچے اور مورت کو بڑی وفاداری کے ساتھ بحال رکھا، مگر اُسے اپنے مخصوص و منفرد پیغام کا وسیلہ اظہار بنا کر اس کی ہیت کو نئے معنیٰ عطا کر دیئے۔"(23)

فارسی شاعری میں اہل زبان، اقبال کا لوہا مانتے ہیں۔ ان کا مقام و مرتبہ ساری دنیا نے تسلیم کیا ہے۔ کلام میں بلیغ اصطلاحات استعمال کرنا ان کی صفت ہے۔ انہوں نے غزل کے فنی سانچوں کو سنوارنے کے ساتھ ساتھ فکری زاویوں کو بھی نکھارا۔ انہوں نے عروس غزل کی رگوں میں ایک نئی زندگی کا تازہ خون دوڑایا۔

حوالہ جات

1. علامہ اقبال، کلیات اقبال فارسی، شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ پبلشرز، لاہور، اشاعت دوم، ۱۹۷۳ء، ص ۱۱ / ۱۱
2. خالدہ جمیل، مباحثِ اقبال، اپنا ادارہ، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۲ (بحوالہ)
3. کلیات اقبال (فارسی)، ص ۱۹/ ۱۹
4. ایضاً، ص ۷ / ۸۰۳
5. محمد رفیق افضل، گفتارِ اقبال، لاہور، ۱۹۶۹ء، ص ۲۵۰، ۲۵۱
6. کلیات اقبال (فارسی)، ص ۶ / ۳۹۸
7. ایضاً، ص ۵۵ / ۴۴۷
8. ایضاً، ص ۲۲ / ۶۱۰
9. مولانا رومؒ، مثنوی معنوی، دفتر ۴، ص ۲۳۸، س ۱۹
10. عبدالقادر شیخ، بانگ درا (دیباچہ)، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۶۲ء، ص م۔ن
11. کلیاتِ اقبال (فارسی)، ص ۱۱ / ۱۱
12. ایضاً، ص ۴۷ / ۴۸، ۶۳۵ / ۶۳۶
13. ایضاً، ص ۱۷۸ / ۳۴۸
14. محمد منور، پروفیسر، علامہ اقبال کی فارسی غزل، ایوانِ اُردو، کراچی، ۱۹۷۷ء، ص ۳۵
15. کلیات اقبال (فارسی)، ص ۷۶ / ۴۶۸
16. ایضاً، ص ۴۳ / ۴۳۵
17. ایضاً، ص ۴۱ / ۴۳۳
18. ایضاً، ص ۱۵ / ۴۰۷
19. ایضاً، ص ۶ / ۳۹۸
20. ایضاً، ص ۶ / ۳۹۸
21. ایضاً، ص ۸ / ۴۰۰

22. ایضاً،ص۱۱/۴۰۳

23. محمد منور، پروفیسر، علامہ اقبال کی فارسی غزل، ایوانِ اردو پبلشرز، نارتھ ناظم آباد، کراچی، ص۱۷۳

References

1. AlamaIqbal, KuliyatIqbal Farsi, Sheikh Ghulam Ali and Sons (Pvt) Ltd, Publisherz,Lahore, ishaat dom,1973, pg11
2. KhalidaJameel, MubahisIqbal, Lahore, ApnaIdara, 2004, pg2 (bahawala)
3. AllamaIqbal, KuliyatIqbal Farsi, pg. 19
4. Ibid, pg.7/803
5. Muhammad RafiqAfzal, Guftar e Iqbal, Lahore 1969, Pg.251-252
6. KuliyatIqbal Farsi,pg. 398
7. Ibid. pg. 55/ 447
8. Ibid. pg 22/610
9. Maulana Room, MasnaviManavi, daftar4, pg. 238 seen 19
10. Abdul Qadir, Sheikh, Bang e Dara, (Deebacha), Sheikh Ghulam Ali and Sons, Lahore, 1962, pg. meem, Noon
11. KuliyatIqbal Farsi, pg. 11/11
12. Ibid. Pg. 47/635, 48/636
13. Ibid. pg. 178/348
14. Muhammad Munawar, Prof. AllamaIqbalki Farsi Ghazal, iaywan e Urdu, Karachi, 1977, pg.35
15. KuliyatIqbal Farsi, pg. 76/468
16. Ibid, pg. 43/ 435
17. Ibid, pg. 41/ 433
18. Ibid, pg. 15/ 407
19.Ibid, pg.6/ 398
20.Ibid, pg. 6/ 398
21.Ibid, pg. 8/ 400
22. Ibid, pg. 11/ 403
23. Muhammad Munwar, Prof. AlamaIqbalkifarsi Ghazal, iaywan e Urdu, North Nazim Abad, Karachi, pg.173